© rasailojaraid.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

النبأ العظیم

(۸)

بہر حال جو کچھ ہوا سو ہوا ۔ جو فرصت کے لمحات اور وقت پردۂ ماضی میں مستور ہو چکے ہیں اب ان کا ماتم بے کار ہے ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اب تعمیری جد و جہد کے لئے کمربستہ ہو کر عزم و ہمت کے ساتھ میدان عمل میں گامزن ہوں اور اس کے لئے سب سے مقدم اور ضروری یہ ہے کہ وہ احساس کمتری کا لبادہ اتار پھینکیں ۔ خود اعتمادی پیدا کریں ۔ فسادات کی شدت اور ان کے تسلسل سے بددل اور ہراساں نہ ہوں ۔ انھیں سمجھنا چاہیئے کہ آج وہی تنہا اس ملک میں پریشان نہیں ہیں ۔ بلکہ افریقہ اور ایشیا کے نو آزاد ملکوں میں ملک اور صنعت کو قومیانے کی جو تحریک بڑے زور شور سے چل رہی ہے اس نے کروڑوں انسانوں کو چشم زدن میں بے خان و مان بنا کر رکھ دیا ہے اور یہ آگ روز بروز پھیل رہی ہے ۔ جو لوگ آج آرام اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کل ہوا کا رخ کیا ہوگا اور وہ کہاں اور کس حال میں ہوں گے ۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ہندوستان ہر اعتبار سے یعنی جائے پیدائش اور سکونت دونوں کے لحاظ سے ان کا وطن ہے اور اس بنا پر جس یقین اور بھروسہ کے ساتھ وہ اس ملک میں اپنے حقوق کے لئے جد و جہد کر سکتے ہیں کسی دوسری جگہ نہیں کر سکتے ۔ رہا اطمینان اور سکون نفس تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ

اگر ہم دنیا کے حالات کا جائزہ ذرا وسعت نظر اور دقتِ نگاہ سے لیں تو معلوم ہو گا کہ آج ہر جگہ دو ہی طاقتیں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ ایک رجعت پسند طاقت اور دوسری ترقی پسند۔ ان کے روپ اور شکلیں صورتیں نوع بنوع اور رنگ برنگ ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر یہی دو طاقتیں جو جنگ عظیم اول کے بعد سے مسلسل باہم گر معرکہ آرا ہیں (اگر اسلام ایک فعال اور موثر طاقت و قوت کی حیثیت سے کہیں موجود ہوتا تو ثالث بالخیر بن کر اس قضیۂ نامرضیہ کا فیصلہ کر سکتا تھا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ واللہ غالب علی امرہٖ) ہندوستان جو اس قدر وسیع و عریض ملک ہے اور جہاں دنیا کے ہر مذہب و ملت اور ہر نسل کے لوگ رہتے ہیں وہ کس طرح الگ تھلگ رہ سکتا تھا! چنانچہ وہ بھی ان دونوں طاقتوں کی رزم گاہ بنا ہوا ہے اور نظریہ حالات موجودہ یہ جنگ ابھی جلد اور بغیر کسی انقلاب عظیم کے ختم ہونے والی نہیں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ فسادات کو بھی اسی پس منظر میں دیکھیں اور اسی کی روشنی میں اپنے واسطے کوئی راہ عمل متعین کریں۔ یہ جو کچھ ہے محض ایک سیاست کا کھیل ہے اور سیاست بھی وہ جس میں ملکی اور غیر ملکی سیاستوں کے دھارے آکر مل گئے ہیں۔ ورنہ مذہب سے ہرگز اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یعنی عمومی حیثیت سے۔ ورنہ یہ بہت ممکن ہے کہ اکثریت کے جاہل اور نہایت غالی قسم کے بعض افراد مسلمانوں کو ملیچھ سمجھ کر بھارت کی سرزمین کو ان کے وجود سے پاک کرنے کو اپنا فریضہ ہی سمجھتے ہوں۔ لیکن اس قسم کی عصبیت اور مذہبی غلط اندیشی ہندوؤں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہر مذہب میں اس قسم کے افراد کم و بیش ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کو ہی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ صرف ایک سیاسی تحریک تھی۔ مذہب سے اس کا تعلق دور کا بھی نہیں تھا۔ لیکن کتنے "بھولے بھالے" اور "جذباتی" "مسلمان تھے جو اس چکر میں آگئے اور اس تحریک کی تائید کو ایک مقدس مذہبی حکم سمجھنے لگے۔ بہر حال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قسم کے مذہبی دیوانے (Fanatics) ہر مذہب و ملت میں ہمیشہ ہوتے آئے ہیں۔ اس لئے اگر ہمارے ملک کی اکثریت میں بھی ایسے افراد موجود ہیں تو یہ نہ کوئی عجوبہ بات ہے اور نہ انہونی! لیکن آج کی دنیا میں اس قسم کے لوگوں کا کوئی مقام اور مستقبل میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اصل محرکات صرف سیاسی ہیں اور سیاست نے بسا اوقات مذہب کو اپنے لئے آلۂ کار کی طرح استعمال کیا ہے۔

آپ کو یاد ہوگا گذشتہ میں ایک مرتبہ کلکتہ میں بڑے زور کا ہندو مسلم فساد ہوا تھا۔ میں اس زمانہ میں وہیں تھا۔ اس فساد کی شدت اور اس کے پھیلاؤ سے پریشان ہو کر میرے ایک نہایت معزز اور نامور مسلمان دوست جو شاما پرشاد مکرجی سے خصوصی تعلق رکھتے تھے وہ ایک دن ان کے ہاں پہونچے اور بولے: مکرجی صاحب! آپ نے میرے اوپر بڑی بڑی عنایتیں کی ہیں۔ لیکن اب ایک آخری عنایت اور کر دیجئے اور وہ یہ کہ مجھکو یہ مشورہ دیجئے کہ میں یہاں ہندوستان میں رہوں یا پاکستان چلا جاؤں۔ مکرجی نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور بولے: "ارے تم بھی ڈر گئے" اور اس کے بعد کہا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے محض ایک سیاست کا کھیل ہے۔ ورنہ ہندو مذہب دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کا معاملہ کرنا سکھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس ملک پر آٹھ سو برس تک حکومت کر سکے۔ تم یہیں رہو اور دل مضبوط کر کے رہو۔ مجھکو یقین ہے کہ مسلمان اس ملک میں عزت و آبرو اور اپنے مذہب اور کلچر کے ساتھ رہیں گے۔" ہر شخص جانتا ہے یہ شاما پرشاد مکرجی ہندو مہا سبھا کے صدر اور اس کے بڑے پرجوش لیڈر تھے۔ لیکن شاید آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہو کہ یہی وہ مکرجی تھے جنھوں نے کلکتہ یونیورسٹی کی وائس چانسلری کے زمانہ میں بڑے ارمان سے یونیورسٹی میں ایک مستقل شعبہ "اسلامی تاریخ و ثقافت" (Department of Islamic History & Culture) کا کھولا تھا اور ڈاکٹر محمد زبیر صاحب صدیقی کو لکھنؤ سے بلا کر اس شعبہ کا اور عربی کا پروفیسر اور صدر بنایا تھا۔ آپ کو یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُن کر شاید مزید حیرت ہو کہ آج بھی یہ شعبہ کلکتہ یونیورسٹی کا نہایت وسیع اور ترقی یافتہ شعبہ ہے۔ ہر سال اس شعبہ کے ایم۔ اے کے امتحان میں کم وبیش پانچ سو طلبا اور طالبات شریک ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے اس تعداد میں مسلمان تو دس پانچ فی صد ہی ہوتے ہوں گے باقی جتنے ہیں وہ سب ہندو لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ اس شعبہ کی اس درجہ وسعت اور ترقی کے باعث ہی یونین پبلک سروس کمیشن نے اپنے ہاں کے آل انڈیا مقابلہ کے امتحانات میں اسلامی تاریخ وثقافت کے مضمون کو بھی دوسرے مضامین کے ساتھ شامل کر رکھا ہے اور اس کے نمبر بھی بہت مناسب اور معقول ہیں۔ غالباً کلکتہ یونیورسٹی کے اسی شعبہ کا فیضان ہے کہ کہ بنگال کے تعلیم یافتہ ہندوؤں میں جس کثرت سے اسلامی تاریخ وثقافت سے واقف اور باخبر ملیں گے دوسری ریاستوں کے ہندوؤں میں نہیں ملیں گے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ بنگالی زبان اور لٹریچر پر بھی اسلامی ثقافت وروایات کے نقوش واثرات بہت نمایاں پائے جاتے ہیں۔

شاما پرشاد مکرجی بنگال کے ایک نہایت معزز اور نامور گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ ان کے والد ماجد سر آسوتوش مکرجی تھے جو اپنی عظیم الشان تعلیمی اور سماجی خدمات کے باعث بنگال کے باپو (Father of Bengal) کہلاتے تھے۔ اس خاندان کے تعلقات مقامی مسلمانوں سے ہمیشہ بڑے خوشگوار اور دوستانہ رہے ہیں۔ شاما پرشاد مکرجی کے برادر خرد جسٹس راما پرشاد مکرجی میرے ذاتی دوست اور رفیق کار رہے ہیں۔ کیونکہ میں کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی کی کونسل کا صرف ممبر نہیں بلکہ عربی، فارسی اور اردو کے لئے کونسل کا جوائنٹ سکریٹری بھی تھا۔ اور کونسل کے ایک ممبر راما پرشاد بھی تھے۔ اس تعلق سے ہر مہینہ کم از کم ایک مرتبہ کونسل میٹنگ میں میری اور ان کی ملاقات ہوتی تھی اور یوں بھی کبھی کبھی وہ میرے ہاں آتے تھے اور میں ان کے ہاں جاتا تھا۔ میں نے ہر مجلس میں اور ہر موقع پر ان کو نہایت مہذب، معقول، سنجیدہ اور روشن دماغ پایا ہے اور کبھی میں نے یہ محسوس نہیں کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ میرے خلاف کوئی عصبیت رکھتے ہیں۔ کونسل کے جلسوں میں یا اور بعض کمیٹیوں کی میٹنگس میں کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ممبروں کی اکثریت کے خلاف کسی معاملہ پر میں نے اپنی رائے دی ہے اور اس پر خاصہ بحث مباحثہ ہوا ہے۔ لیکن راما پرشاد مکرجی نے میری تائید کی ہے اور چونکہ ان کا بڑا وقار تھا اور جسٹس ہونے کی وجہ سے تقریر بھی بڑی مدلل کرتے تھے اس لئے آخر میں فیصلہ میرے حق میں ہوا ہے۔

اور ایک مکرجی کیا! اگر کسی شخص کے تجربات سے کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے تو مجھے کہنے دیجئے کہ میں نے پرنسپل کلکتہ مدرسہ کی حیثیت سے کلکتہ میں اپنی عمر کے جو دس برس گذارے ہیں اور اس عہدہ کی وجہ سے حکومت مغربی بنگال کے مختلف شعبوں اور دفتروں سے اور بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے کسی نہ کسی ذمہ دارانہ حیثیت سے میرا تعلق رہا ہے تو آپ یقین کیجئے میں نے یہ محسوس نہیں کیا کہ میرے ساتھ یا کسی مسلمان امیدوار کے ساتھ فرقہ وارانہ تعصب سے کام لیا جا رہا ہے۔ جو میں نے چاہا وہ ہو گیا۔ مگر میرا معاملہ بھی یہ تھا کہ کبھی کسی معاملہ میں میں نے دھاندلی نہیں کی۔ جو بات کہی ایمانداری سے خدا کو حاضر ناظر سمجھکر اور کھلے دل و دماغ سے کہی۔ ۴۹ء کے شروع میں جب میں نے اپنے عہدہ کا چارج لیا ہے تو اس وقت کلکتہ مدرسہ کے ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر سید وجاہت حسین فرزند شمس العلماء ہدایت حسین مرحوم تھے۔ اتفاق کی بات ہے سال ڈیڑھ سال کے بعد ہی وجاہت حسین سخت بیمار ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اب میرے لئے سب سے زیادہ سخت مرحلہ یہ تھا کہ میں ہیڈ ماسٹر کس کو بناؤں۔ کیونکہ اس پوسٹ کے لئے شرط یہ تھی کہ عربی فارسی یا اردو ان میں سے کسی ایک میں فرسٹ کلاس ایم۔ اے ہو۔ ساتھ ہی بی۔ ٹی ہو اور بنگلہ زبان کا دفتری امتحان پاس کئے ہو اور تعلیم کا تجربہ بھی ہو۔ اور پورے مغربی بنگال میں اس وقت ایک مسلمان بھی ایسا نہیں تھا جس میں یہ تمام شرائط بیک وقت موجود ہوں۔ اسی پریشانی میں تھا کہ ایک دن مجکو ڈائرکٹر آف ایجوکیشن نے بلایا اور کہا کہ آپ کے

© rasailojaraid.com